© rasailojaraid.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر یا تارخ؟

تحریر: غلام سرور قریشی عباس پورہ جہلم

﴿أتتخذ أصنامًا الهة. انی أراک و قومک فی ضللٍ مبین﴾ ترجمہ: ''کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے؟ بے شک میں تجھ کو اور تیری قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں۔''

اس حصہ آیت کو مع ترجمہ تلاوت کریں اور نیچے دیئے گئے سوالات کے جوابات اس میں سے تلاش کریں تو نہیں ملیں گے۔ (ا) یہ کلام کس کا ہے؟ (۲) اس کا مخاطب کون ہے؟ (۳) اس میں تُو، تجھ کو اور تیری قوم سے کیا مراد ہے؟ یہ کلام بلاغت نظام اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اس نے پسند فرمایا کہ اس سے اپنے آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور ان کے ذریعے آئندہ آنے والے تمام انسانوں کو آگاہ کرنے کیلئے اسے اپنی آخری کتاب میں شامل کر کے تا ابد محفوظ کر دے۔ جب متکلم و مخاطب کے درمیان یہ کلام ہو رہا تھا۔ تو وہ سن رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا کہ قائل، اصنام کو معبود بنانے والے شخص اور اس کی پوری قوم کو گمراہ ثابت کر رہا تھا۔ پسندیدگی کی وجہ یہ تھی کہ قائل اس طرح سے اس کی توحید کا تحفظ کر رہا تھا جو اسے آفاق و افلاک میں سب سے زیادہ محبوب متاع ہے۔ اسی لئے وہ خود راوی بن کر اس کلام کو اپنی روایت سے اپنے قرآن عزیز میں لے آیا۔ پھر لطیفہ یہ ہوا کہ اس کے کلامِ روایت سے اس جزوِ آیہ کے اندر ان تینوں سوالات کے جوابات پیدا ہو گئے جو اس میں مفقود تھے۔ کلامِ راوی کو کلامِ مخبر بھی کہا جاتا ہے۔ اسے انگریزی میں Reporting Speech کہتے ہیں، اور جس کلام کو روایت کیا جائے وہ کلام مرویہ یا کلام مخبرہ کہلاتا ہے۔ جسے انگریزی میں Reported Speech کہتے ہیں۔ اس قاعدہ پر اللہ تعالیٰ نے راوی کے طور پر یوں فرمایا: ﴿واذ قال ابراھیم لأبیه ازر﴾ اور اس کے ساتھ ﴿أتتخذ أصنامًا الهة انی أراک و قومک فی ضلل مبین﴾ ملا کر آیہ کریمہ کو مکمل فرما دیا۔ یوں اس آیہ کریمہ کے دو حصے الگ الگ ممیز ہو گئے۔ ایک کلامِ راوی اور دوسرا کلامِ مرویہ۔ کلامِ راوی واذ قال سے (آزر) تک ہے اور کلامِ مرویہ ﴿أتتخذ﴾ سے ﴿مبین﴾ تک ہے۔ ترجمہ: ''وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے۔'' جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا'' کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے؟ بے شک

© rasailojaraid.com

میں تجھ کو اور تیری قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں۔
© rasailojaraid.com

کلام مرویہ کو واوین کے اندر رکھا جاتا ہے جو قواعد کے تحت میں نے رکھ دیا ہے۔ اب قارئین جواب دے سکتے ہیں۔ ۱۔ یہ کلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ ۲۔ اس کا مخاطب ان کا باپ آزر ہے۔ ۳۔ تُو اور تجھ کو سے مراد آزر ہے۔ اور تیری قوم سے مراد قومِ نمرود ہے۔

یاد رہے کہ آزر نمروذ کے ارکانِ دولت میں سے تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس کلام کے ذریعے یہ نہیں بتایا کہ ان کا مخاطب ان کا باپ آزر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ راوی کے ذریعے بتایا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ کلام اپنے باپ سے کیا تھا اور ان کے باپ کا نام آزر تھا۔ [سورۃ انعام آیت: 74]

میرے خیال میں اب ہمارے قارئین پر کھل چکا ہو گا کہ اس تحریر کی غرض کیا ہے اور اس جزوِ آیہ کو ہی عنوان کیوں بنایا گیا ہے اور کلامِ راوی اور کلامِ مرویہ کی ساری تفصیل کیوں بیان کی گئی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے کہ ہمارے قارئین اس کی روشنی میں اس ساری بحث کو آسانی سے سمجھ سکیں جو آگے آنے والی ہے۔ اردو خواں حضرات کیلئے کلامِ راوی یا کلامِ مخبر اور کلامِ مرویہ یا کلامِ مخبرہ اور واوین (" ") کی اصطلاحات بیان کی گئی ہیں۔ انگریزی خواں قارئین کیلئے Reporting Speech اور Reported Speech کے ساتھ Inverted Commas (" ") کی Term برتی گئی ہے۔

اب ہم اس تحریر کی علت بیان کریں گے اور ان دلائل کا رد پیش کریں گے جو یہ ثابت کرنے کیلئے دیئے گئے ہیں کہ آزر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا اور منہ بولا باپ تھا اور حقیقی باپ نہ تھا۔ چند دن ہوئے ایک بزرگ سرخ ریش پی ٹی وی پر فرما رہے تھے کہ آزر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہ تھا کیونکہ وہ مشرک تھا اور ایسے مشرک کی پشت سے نبی نہ پیدا ہو سکتا تھا۔ یہ دلیل ان کی خوش عقیدگی وحسنِ ظن کی عکاس تو ہے مگر دو وجوہات کی بنا پر بڑی ہی بودی ہے۔

اولاً اس لئے کہ یہ قرآن کی تردید کرتی ہے اور **ثانیاً** اس لئے کہ مشرکین کی پشت سے اگر موحد پیدا نہ ہوتے تو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مشرکین مکہ کو دعوتِ توحید ہرگز نہ دیتے کیونکہ یہ سب کئی کئی پشتوں سے مشرکین کی اصلاب وارحام سے جنم لیتے آرہے تھے۔ کون نہیں جانتا کہ آپؐ کی دعوت کو قبول کرنے والے الا ماشاءاللہ، خود مشرک اور مشرکین کی اولاد تھے۔ آج بھی داعیان ومبلغین اسلام کی دعوت کو قبول کر کے یورپ اور

© rasailojaraid.com

امریکہ میں سینکڑوں نصاریٰ اللہ کے دامنِ توحید میں آباد ہو رہے ہیں۔ یہ ہزاروں نو مسلم، ان عیسائی والدین کی پشت و بطون سے منصۂ شہود پر آئے جو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور اور قبولِ اسلام تک خود یہ نو مسلم بھی اسی عقیدہ پر قائم رہے ہے جو شرک فی الذاتِ الٰہیہ کی بدترین شکل ہے۔ یوں یہ دلیل رد ہے۔

یہاں تک تو ہم نے یہ عرض کیا ہے کہ مشرک کی پشت سے موحد پیدا ہوتے ہی آئے ہیں۔ اب ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ اگر مشرک کی پشت سے نبی پیدا نہیں ہو سکتا تھا تو اسی تقدیر پر خود نبی کی پشت سے مشرک پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر ایسا ہوا۔ نوح علیہ السلام نبی تھے۔ ان کا وہ بیٹا جو نذرِ طوفان ہوا ان پر ایمان نہ لا کر کافر اور مشرک رہا۔ وہ اتنا مغضوب الٰہ ہوا کہ اس کے حق میں نبی باپ کی دعا بھی قبول نہ ہوئی۔ اب بتائیں وہ مشرک، کافر اور اعمالِ غیر صالح کا مرتکب تھا یا نہیں؟ نبی کا انکار کفر و شرک ہے یا نہیں؟ کیا اس نے آخری سانس تک بھی اپنے باپ کی نبوت کا انکار کیا یا نہیں؟ کیا وہ نبی کا بیٹا تھا یا نہیں؟ پھر ایسا مشرک بیٹا، نبی کی اس پشت سے کیسے پیدا ہو گیا جو سر چشمہ توحید تھی؟ یوں یہ دلیل ایک بار پھر رد ہے کیونکہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔

عکرمہ بن ابی جہل مدتوں اپنے کفر و شرک پر قائم رہا۔ ابو جہل عرب کا سب سے بڑا مشرک تھا۔ اللہ اور رسول ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ فتح مکہ کے بعد یہی عکرمہ جو خود مشرک تھا اور جس کا باپ مشرک اعظم تھا، دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ صحابی ہوا۔ رضی اللہ عنہ کا مصداق ہوا۔ احادیث کا راوی ہوا اور محمد ﷺ کا غلام ہوا۔ سید الشہداء امیر حمزہؓ کا قاتل وحشی اور اسی عم نبی کا کلیجہ چبا جانے والی ہندہ، جو سرتاپا کفر و شرک تھے، دولتِ ایمان سے سرفراز ہوئے۔ کلمہ توحید پڑھ کر شرک کی نجاست سے مزکّیٰ ہوئے اور درجہ صحابیت پر فائز ہوئے۔ خالد بن ولید جنہوں نے جنگ احد میں 70 صحابہ کو شہید کیا۔ نبی علیہ السلام کو زخمی کیا۔ اس کے کفر و شرک میں کیا شک تھا مگر وہی خالد ایمان لا کر صحابی ہوا اور نبی علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے سیف اللہ کے خطاب سے سردار ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ ہم تم کو جز بز ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ قرآن کتاب لاریب ہے۔ اس کے فیصلے اسی لائق ہیں کہ ہم بلا چوں و چرا ان کے سامنے سر جھکا دیں۔

اب ہم وجہ اول کو لیتے ہیں۔ وہ دلیل یہ دے رہے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تو دراصل تارخ تھا مگر انہیں ان کے چچا آزر نے پالا تھا اور وہ اسی کو دستورِ عرب کے تحت باپ کہتے تھے تاریخ نسب میں بے شک تارخ کو ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ لکھا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس دلیل کو میزانِ جرح پر تولیں تو یہ دلیل اول سے بھی بڑھ کر بودی ہے۔ ہم یہ بات بغرض بحث مان لیتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزر نے پالا ہوگا اور وہ ان کا باپ نہ تھا بلکہ چچا اور منہ بولا باپ تھا۔ دستورِ عرب کو پہلے لیتے ہیں۔ ایک گھر میں کئی بھائیوں کی اولادیں ہوتی ہیں جو اپنے باپ کے چھوٹے بھائیوں کو چچا کہتی ہیں۔ کبھی کبھی یوں بھی ہو جاتا ہے کہ جب چھوٹے بھائیوں کی شادیاں ہوگئیں اور اُن کے بچے ہوگئے تو یہ بچے بھی اپنے باپوں کو، تایا کے بچوں کو دیکھا دیکھی، چچا ہی کہنے لگ جاتے ہیں۔ یہ خود ہمارے معاشرے میں بھی کئی گھروں میں ہوتا رہتا ہے۔

سو ہوسکتا ہے کہ کسی ایسے ہی خانگی ماحول میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کو چچا کہنے لگے ہوں چنانچہ امکان، باپ کو چچا کہنے کا ہوسکتا ہے، چچا کو باپ کہنے کا نہیں۔

دستورِ عرب والی دلیل بھی بڑی کمزور ہے کیونکہ عرب اس سلسلے میں بڑے محتاط تھے۔ دستور تو باپ ہی کو باپ کہنا ہے۔ اب اگر کوئی بچہ کسی وجہ سے چچا کو باپ کہتا ہوگا تو یہ دستور سے ہٹ کر ہوگا جو غریب وشاذ ہوگا۔

قدیم عرب ولدیت کے بارے میں بڑے حساس تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر عرب اپنے نام کے ساتھ اپنے والد کے حوالے سے اپنی کیفیت بھی بولتا اور لکھتا جیسے عمر ابن خطاب، علی بن ابی طالب، محمد بن عبداللہ۔ بعض اوقات ایسا تو ہوا کہ کسی عرب کی کنیت بحوالہ ولایت ہی اسکے اسم ذات کی جگہ اتنی مشہور ہوگئی کہ لوگوں کو اس کا اسم ذات بھول گیا مثلاً ابن عمرؓ، ابن عباسؓ لیکن ایسا کبھی نہ ہوا کہ کسی عرب نے اپنی کنیت ترک کی ہو۔ یوں دستورِ عرب والا قیاس بھی رد ہے۔

اب ہم آیہ زیب عنوان پر گفتگو کرتے ہیں۔

اس آیت میں یا اس سلسلے کی دوسری دو آیات میں جو اس تحریر میں بطور حوالہ اپنے اپنے مقام پر آئیں گی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زبان سے آزر کو اپنا باپ نہیں کہا۔ ﴿یٰاَبتِ﴾ بتکرار کہا ہے۔ اور نہ ہی اس کا نام اپنی زبان پر لائے ہیں۔ لہٰذا ان کے ذمہ یہ بات نہیں لگائی جاسکتی کہ وہ چچا کو باپ کہتے تھے یا باپ کو چچا۔ آزر کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ اپنے کلام راوی میں کہا ہے۔ بات یہ نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کسے اپنا باپ کہتے تھے۔ وہ چچا تھا، منہ بولا باپ تھا۔ آزر تھا یا تارخ! یہ سب باتیں خارج از بحث ہیں۔ اب بات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ بن گئی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ﴿واذ قال ابراھیم لابیہ آزر﴾ میں یہ کہا ہے" جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا۔" آزر کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا والد کہا ہے

پس! "آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا اور ابراہیم علیہ السلام آزر کے بیٹے تھے" فرمودہ حق تعالیٰ ہے اور گفتہ ابراہیم علیہ السلام نہیں ہے۔ اس دلیل بیّن کو رد کرنے سے پہلے ہر شخص کو اپنے ایمان بالقرآن لاریب کا حساب کتاب کر لینا واجب ہے۔ قرآن کتاب لاریب ہے۔ اگر آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ مانا جائے تو بتایئے ﴿لابیہ ازر﴾ معرضِ شک میں آیا یا نہیں؟ اگر آیا ہے تو "لاریب فیہ" پر زد پڑی یا نہیں؟ اگر پڑی ہے تو ایمان بالقرآن لاریب میں نقص واقع ہوا یا نہیں؟ اگر واقع ہوا ہے تو ایسے شخص کا ایمان اور اسلام جاتا رہا۔ ﴿لأبیہ ازر﴾ قول حق تعالیٰ ہے اور قول حق تعالیٰ کا چیلنج ہے: ﴿ومن أصدق من اللہ قیلا﴾۔ جو شخص ﴿لأبیہ ازر﴾ کی صداقت کو چیلنج کرتا ہے وہ ﴿ومن أصدق من اللہ قیلا﴾ کو چیلنج کرتا ہے۔ پس ایسا شخص دنیا کے سب بڑے سچ یعنی قولِ حق تعالیٰ کو ماننے سے انکار کرتا ہے اور جو ایسا کرتا ہے وہ ضرور سوچ لے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

اب ہم ایک بار پھر خیال باطل کو لیتے ہیں کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا منہ بولا باپ تھا۔ اگر یہ بات درست ہے تو یہ یقینی امر بنتا ہے کہ چچا کو باپ کہنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مُنہ بولا رشتہ تھا۔ اب ہم یہ بتانا چاہیں گے کہ منہ بولے رشتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کی پالیسی کیا ہے۔

زیدؓ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ بولے بیٹے تھے۔ اصحابؓ نبی ان کو زیدؓ بن محمدؐ کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی اور کہا محمد ﷺ کسی رجل کے باپ نہیں ہیں۔ جب باپ نہیں ہیں تو زیدؓ ان کے بیٹے نہیں ہیں۔ جب بیٹے نہیں ہیں تو زیدؓ کی بیوی سیدہ زینبؓ حضور ﷺ کی بہو نہ ہوئیں۔ بہو نہ ہوئیں تو زیدؓ سے طلاق کے بعد حضور ﷺ سے (زوجنکھا) کے تحت ان کا حریم نبوت میں آنا، جائز اور درست ہے۔ پھر فرمایا یہ منہ بولے رشتے (من أفواھھم) کے تحت رد کئے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا رشتے وہی ہیں جو ہم نے قائم کئے ہیں۔ سیدہ خولہؓ بنتِ مالک کو ان کے خاوند نے ماں کہہ دیا۔ یہ جاہلی عرب کا طریقہ طلاق تھا جسے ظہار کہتے تھے۔ آسمان سے فوراً تردید آئی کہ خاوند کا یہ قول منکر و زُور ہے۔ خاوند کا بیوی کو ماں کہہ دینا اس کے منہ کی بات ہے جو ردّ ہے۔ مائیں وہی ہوتی ہیں جن کے ارحام سے اولادیں جنم لیتی ہیں۔ ان دو واقعات سے منہ بولے رشتوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متعلق اللہ تعالیٰ کی پالیسی واشگاف طور پر سامنے آتی ہے۔ پالیسی کو عربی میں سنت کہتے ہیں۔ زیدؓ اور بی بی خولہؓ کے متعلق تو اللہ تعالیٰ فوراً تردیدی حکم جاری فرماتے ہیں اور ان کے منہ بولے رشتوں کو ٹھکراتے ہیں مگر ابراہیم علیہ السلام کے منہ بولے باپ یعنی آزر کو خود ہی ان کا باپ تسلیم کر لیتے ہیں۔ کیا ایسا کہنا پالیسی میں تبدیلی کے ماننے کو مستلزم نہیں ہے؟ جبکہ قرآن کہتا ہے: ﴿ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا﴾

اگر آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا منہ بولا باپ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس منہ بولے رشتہ کی فوراً تردید کرتے اور ﴿واذ قال ابراھیم لأبیہ ازر﴾ ہرگز نہ فرماتے۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کسی دستور وغیرہ کے تحت اپنے چچا آزر کو باپ کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ کسی دستور کے پابند نہیں تھے اور وہ اس قسم کے جاہلی دساتیر کو پوری قوت کے ساتھ مسترد کرتے ہیں۔

غلاموں کے متعلق حکم فرمایا انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارا کرو اور اگر ان کے باپ مجہول الاحوال ہوں، جیسا کہ عموماً ہوتا ہے کہ خود غلاموں کو اپنے باپوں کے نام معلوم نہیں ہوتے کیونکہ ان بے چاروں کو بچپن میں ہی فروخت کر دیا جاتا ہے یا طاقتور قبائل، کمزور قبائل کے بچوں کو دھاڑ میں پکڑ کر غلام بنا لیتے ہیں، تو پھر ان کو ان کے ناموں سے ہی پکارا کرو یا انہیں بھائی کہہ کر پکارا کرو کیونکہ وہ تمہارے دینی بھائی ہیں مگر ان کے ولدیت اپنے نام پر نہ کرنا۔ صحت ولدیت ونسب کیلئے اتنی مفصل ہدایات اور اہتمام کے ہوتے ہوئے یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خلیل، جد پیغمبراں، بانی ملت اسلامیہ وابراہیمیہ، مسلم حنیف، موحد اعظم، ﴿وما کان من المشرکین﴾ کی شان والے ابراہیم علیہ السلام جس پر نارِ نمرود گلزار ہوئی تھی اور جس نے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلا کر داستانِ عبودیت میں ایک فقید المثال باب کا اضافہ کیا تھا، اس کی ولدیت کی درستی کیلئے اتنا اہتمام بھی نہ کرتا، جو اس نے غلاموں کے واسطے کیا تھا۔ نہیں نہیں، اس نے اپنے خلیل کی ولدیت پر اپنی گواہی پیش کر کے بتا دیا کہ ان کے والد کا نام آزر تھا۔

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کی ولدیت کے متعلق ایک فتنہ ماضی میں موجود تھا، جو آئندہ بھی زندہ رہے گا، اس لئے اس نے اپنی ذمہ داری پر ﴿واذ قال ابراھیم لأبیہ ازر﴾ فرما کر اس کی جڑ کاٹ کر رکھ دی اور اس سلسلے میں ہونے والی ساری قیل وقال کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا۔ اب بھی اگر کوئی اسی بات پر اڑا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہ تھا بلکہ صرف منہ بولا باپ تھا اور حقیقت میں چچا تھا تو وہ نری جہالت پر اڑا ہوا ہے۔ علم کی آخر غایت تلاشِ حق ہے۔ اگر ان اہل علم کی غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولدیت کی حقیقت معلوم کرنا تھی تو وہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے خود بتا دی۔ اس کشفِ حقیقت کے بعد بھی اسی بات پر اڑے رہنا، دراصل وہی جنگ ہے جو حق اور باطل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی ہے۔

اب ہم اس سلسلے کے دوسرے بیانِ قرآن کا حوالہ دیتے ہیں: سورہ توبہ آیت نمبر 114 پارہ گیارہواں

﴿وما كان استغفار ابراهيم لأبيه...... الخ﴾

یہ بیان سراسر اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اسی لئے اس سے پہلے کلام راوی کے طور پر **﴿واذ قال ابراهيم لأبيه﴾** نہیں برتا گیا۔ دوسری بات جو نہایت درجہ اہم اور قابل توجہ ہے یہ ہے کہ یہاں **﴿لأبيه﴾** کے بعد آزر نہیں لایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بیان اول کے اپنے کلام راوی میں **﴿لأبيه﴾** کے ساتھ توضیح اضافہ کے طور پر آزر کو لا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولدیت کا معاملہ حتمی طور پر طے کر دیا تھا اسی لئے یہاں آزر کو بخیالِ تکرار ترک کیا گیا۔

مجھے معلوم ہے تاریخِ نسب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ دیا گیا ہے مگر ہمارے لئے حجت تاریخِ نسب نہیں بلکہ قرآن مجید میں اللہ کا اپنا فرمانِ عالی شان ہے۔

اگر تاریخِ نسب اور قرآن میں تطبیق کرنا چاہیں تو بھی آسان ہے اور وہ یہ کہ اسی آزر کا عرف یا لقب تارخ ہو جسے کسی مؤرخ یا نساب نے آزر کی جگہ اسم ذات سمجھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولدیت کے خانے میں لکھ دیا ہو۔

قصہ ابراہیم علیہ السلام و آزر کے سلسلے میں قرآن کا تیسرا بیان: سورہ مریم آیات نمبر 42 تا نمبر 45، میں نے ان آیات کا ترجمہ بخیالِ طوالت ترک کیا ہے۔ قارئین کرام خود ہی ترجمہ دیکھ لیں۔ یہاں بھی کلامِ اول کی طرح، آغازِ کلام اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے فرمایا ہے اور **﴿اذ قال ابراهيم لأبيه﴾** کلامِ راوی کے طور پر برتا ہے۔ یہاں **﴿لأبيه﴾** کے بعد آزر کا ذکر اس لئے ترک فرمایا ہے کہ یہ غیر ضروری تھا کیونکہ اپنے بیانِ اول میں یہ بات، اللہ تعالیٰ نے اپنی ذمہ داری پر اور اپنی شہادت کے ساتھ طے کر دی تھی کہ آزر ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے اگلی آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار بار ﴿یٰأبت﴾ کہا ہے مگر ساتھ آزر کا توضیحی اضافہ نہیں کیا۔ کیونکہ کوئی بھی بچہ "میرے اباجی آزر" یا "میرے اباجی تارخ" کہہ کر باپ سے کلام نہیں کرتا۔ بلکہ صرف "اباجی" ہی کہتا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو کوئی شک نہ تھا کہ ان کا باپ کون ہے اور نہ ہی ان کی زندگی میں ان کی ولدیت کے متعلق کوئی ابہام موجود تھا۔ اس لئے صرف ﴿یٰأبت﴾ ہی کہتے ہیں۔ یہ ابہام بعد میں کسی مورخ نے پیدا کیا یا کسی نساب سے چوک ہوئی تو اس نے ان کی ولدیت کے خانے میں آزر کی جگہ تارخ لکھ دیا۔

چونکہ قرآن آخری آسمانی کتاب تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولدیت میں پایا جانے والا ابہام اسی طرح رفع کر دیا جائے جس طرح دیگر کئی انبیاء سابق علیہم السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ کی روایاتِ کاذبہ کی تردید کی گئی ہے۔ یہ روایات، اسرائیلی روایات میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ یہ ابہام، آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تسلیم کرتے ہوئے، اللہ نے خود دور فرما دیا ہے۔ مگر بدقسمتی یہ ہوئی کہ اہل اسلام کے ایک طبقہ نے اس آسمانی فیصلہ کے ماننے سے انکار کر دیا اور آج تک اس سینہ زوری پر قائم ہے۔ یہ سینہ زور گروہ چاہتا ہے تو اللہ رحمٰن کی شہادت کو جھٹلا دیتا ہے اور اپنی آئی پر آتا ہے تو راہِ حق کی دوسری بڑی صداقت یعنی حدیثِ رسالت مآب ﷺ کو روندتے ہوئے کسی کو زبردستی دائرہ اسلام میں کھینچ لیتا ہے۔ اس کا حسنِ کرشمہ ساز چاہے تو بے چارے مرید کے شبستانِ خلوت میں اس وقت اس کے پیر جی کو داخل کر دے جب فرشتے بھی اسے تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔

ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاہا تو رب تعالیٰ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دولتِ اسلام عطا فرما دی مگر کئی دوسرے لوگوں کے متعلق آپ ﷺ کی یہ چاہت، حسرت ہوگئی۔ اگر ہم اپنی چاہتوں کی تسکین کیلئے، اللہ تعالیٰ کی چاہتوں کی تکذیب کرتے ہوئے کسی کو زبردستی دائرہ اسلام میں کھینچ لائیں اور فرمودۂ حق تعالیٰ کے برعکس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولدیت کے خانہ میں تارخ لکھ دیں تو یہ جسارت قیامت سے کم نہیں ہے۔ یہ اندھیر ہے۔ ان سینہ زوروں سے یہاں ایک سوال پوچھنا واجب ہے مگر میں نہیں پوچھتا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ فرمودۂ حق تعالیٰ کی تکذیب و تردید کس چیز کو مستلزم ہے۔

© rasailojaraid.com